(دعوت الی اللہ کورس)

پانچواں حصہ

آؤ رب کے راستے پر چلیں

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

(دعوت الی اللہ کورس)

پانچواں حصہ

آؤ رب کے راستے پر چلیں

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب	:	آؤ رب کے راستے پر چلیں (دعوت الی اللہ) پانچواں حصہ
مصنفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اول	:	دسمبر 2017ء
تعداد	:	1200
ناشر	:	النور انٹرنیشنل
لاہور	:	102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر	:	0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی
فون نمبر	:	0336-4033034، 021-35292341-42
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر	:	03364033050، 041-8759191
ای میل	:	sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Nighat Hashmi, Alnoor International

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اس دنیا کا سب سے عظیم کام ہے۔ دنیا میں کتنی مخلوقات ہیں، کتنے انسان ہیں، اپنی ہستی، اپنی ذات کو دیکھیں کہ ایک دن میں، ایک ہفتے میں، ایک مہینے میں، ایک سال میں اور زندگی بھر میں کتنے کام ہیں جو اس نے کیے ہیں۔ کچھ کام مستقل نوعیت کے ہوتے ہیں اور کچھ کام عارضی (Temporary) ہوتے ہیں۔ سب سے عظیم کام، سب سے بڑا کام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے لیا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ انسانوں کی لکھی ہوئی تاریخ میں دیکھیں تو جن لوگوں نے سب سے افضل کام کیا ہے ان کا اس تاریخ میں کوئی نام ہی نہیں ہے۔ انسانوں نے جو تاریخ لکھی وہ بادشاہوں کی تاریخ ہے، انہوں نے جس چیز کو ٹھکرا دیا، جو چیز ان سے Miss ہوئی، جو چیز انہوں نے ترک کر دی، چھوڑ دی ہے وہ انبیاء کی تاریخ ہے۔ انبیاء جو سب سے عظیم تھے، جو چنے ہوئے لوگ تھے، کس طرح سے وقت کے بادشاہوں نے ان کی دعوت کو بھی رد کیا، ان کی ہستی کو، ان کے کام کو تاریخ کی گرد میں راکھ بنا کر اڑا دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے جو سب کے کاموں کی قدر کرنے والا ہے اور تاریخ کے آخری دور میں جب محمد ﷺ آئے تو اللہ رب العزت نے وعدہ دیا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: 9)

''بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

تو اللہ پاک نے اس پیغام کو محفوظ کر دیا اور صرف پیغام محفوظ نہیں ہوا بلکہ پیغام دینے والے کی پوری حیات کو بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیا۔ آج اگر ہم انبیاء کی تاریخ کو دیکھنا چاہیں تو ہمیں اسی قدر معلوم ہوتا ہے جو کچھ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب نے بتا دیا اور اس کے علاوہ ان کی زندگی کے بارے میں جاننے کا کوئی اور ذریعہ (Source) نہیں ہے۔ لیکن آخری پیغمبر

محمد ﷺ کا دور جب آیا تو ان کی پوری حیات کو اللہ تعالیٰ نے کیسے ریکارڈ کروا دیا، کیسے محفوظ کروا دیا۔ جانتے ہیں اس مقصد کے لیے کتنی بڑی تعداد پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا!

اللہ پاک نے عربوں کو اس مقصد کے لیے غیر معمولی حافظہ دیا، ان کی خواتین بھی اور عام خواتین اسی اسی ہزار شعر یاد کر لیتی تھیں۔ سوچیں قرآن حکیم میں آیات کی تعداد 6666 کے قریب ہے تو اسی اسی ہزار شعر کا مطلب ہے کہ وہ کتنا بڑا ذخیرہ ہوگا جو ان کے ذہنوں میں ہوگا۔ وہ جو سنتے تھے اسے یاد کر لیتے تھے۔

اور دوسری بڑی نعمت جو انہیں ملی وہ بیان ہے یعنی بیان پر وہ قدرت رکھتے تھے۔ اگر ہم اس دور کا اندازہ کرنا چاہیں آج کے دور میں تو سوچیے کہ وہ قادر کلام تھے۔ وہاں شاعری کے میلے ہوتے تھے اور جو سب سے اچھا شاعر ہوتا تھا، جو ٹاپ پوزیشن پر آتا تھا اسے ملک الشعراء کہتے تھے اور اس کو سارے شاعر سجدہ کرتے تھے یعنی وہ کلام سے اس قدر محبت رکھنے والے تھے۔

دو چیزیں بڑی اہم (Important) ہیں حافظہ اور بیان، ان دو خصوصیات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زندگی کو محفوظ بھی کر دیا اور بیان کرنے کی وجہ سے مجلسوں میں اور گھر کے اندر معاشرتی زندگی میں ان کا تذکرہ بھی عام کر دیا کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کہا اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ﴾ (النجم: 3)

"اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا۔"

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: 4)

"وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔"

آپ ﷺ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے تھے اور جو کچھ آپ ﷺ بیان کرتے تھے اللہ رب العزت نے اس بیان کو اپنا بیان قرار دیا۔ لہٰذا وحی کی وہ صورت تو سب جانتے

ہیں جو قرآن مجید میں محفوظ ہے اور وہ جو تلاوت نہیں کی جاتی، وہ بھی وحی ہے یعنی حدیث رسول ﷺ، جو رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے یا آپ ﷺ کا جو فعل ہے اور چونکہ انسان کی Body Language بھی ہوتی ہے اس وجہ سے جس نے کسی تاثر کو دیکھا، کسی کام کو کرتے ہوئے دیکھا وہ بھی محفوظ کر لیا گیا۔ وہ حافظے کتنے بے مثال تھے جن میں رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات سمائی ہوئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے کسی کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا، وہ کام اچھا، Positive تھا یا وہ کام اچھا نہیں تھا اور آپ ﷺ نے اسے Appreciate کیا، اس کی تعریف کی، اسے برا قرار دیا یا خاموش رہے وہ سب کچھ بھی محفوظ کر لیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا جو حفاظت کا وعدہ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ نہیں ہے بلکہ نبی کے کلام کے ساتھ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری دور کے آخری پیغمبر کی پوری حیات محفوظ کروا دی۔ اب جس کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے یقیناً وہ سعادت مند ہے، خوش نصیب ہے، جسے رب کریم کی طرف رخ کرنے کا اپنی زندگی میں موقع مل گیا۔ اور جس نے اپنی حیات میں دوسروں کا رخ بھی اپنے ربّ کی طرف کرنے کی کوشش کی اس نے یقیناً انبیاء کی پیروی کی۔

لیکن یہ بات اپنے ذہن میں رکھئے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے، اس سے یہ مطالبہ (Demand) ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بننے کی کامل کوشش کر رہا ہو۔ کامل کوشش سے انسان اچانک اللہ تعالیٰ کا 100 فیصد پسندیدہ تو نہیں بن سکتا لیکن اس راستے پہ وہ ضرور چل نکلتا ہے جس راستے پہ چلنے والے کو اللہ رب العزت کی رضا اور اس کی جنت نصیب ہوتی ہے (الحمد للہ رب العالمین)۔ میں سمجھتی ہوں کہ سب سے پہلے جن چیزوں کو جاننا چاہیے وہ یہ ہے کہ:

اس کام کا مقصد کیا ہے؟

اور اس کا ہدف نشانہ کیا ہے؟

کیونکہ جب تک یہ باتیں پورے طریقے سے ذہن نشین نہیں ہو جاتیں اور انسان اس کام کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر قبول نہیں کر لیتا تب تک یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ سادہ سی بات ہے گھر میں بیٹھی ہوئی ایک بچی اگر کھانا بنانا سیکھنا چاہتی ہے تو اسے کھانے کے برتنوں اور جن چیزوں سے کوئی کھانا بنتا ہے اس کے طریقہ کار کو سیکھنا پڑتا ہے، ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ کھانا بنانے کے عمل سے ناواقف ہو یا Ingredients سے ناواقف ہو یا اس کے برتنوں سے ناواقف ہو اور وہ کھانا بنانے کے قابل ہو جائے۔ بعینہ یہی مثال دعوت الی اللہ کی ہے۔ ایک داعی، ایک دعوت دینے والے کو اپنے برتن سے بھی واقف ہونا ہے اور وہ برتن ہے اس کا دل، اس کا ذہن۔ اور اس دل کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جب وہ ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔''

(ترمذی:2140)

اس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ رحمٰن کس طرح اس قلب پہ اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ہر وقت دعا کرتے تھے:

﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ (ترمذی:2140)

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔''

مجھے مستقل مزاجی دینا، استقلال دینا، استقامت دینا کہ میں اس دین پر قائم رہ سکوں۔ اس کا مطلب ہے پہلی بات جو اس برتن کے بارے میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ کہ یہ برتن ایسا ہے جس کے اندر کوئی چیز نا ٹھہر سکتی ہے نہ نکل سکتی ہے۔ اس پر انسان پوری طرح قادر نہیں ہے، قدرت نہیں رکھتا پھر بھی محنت تو اسے کرنی ہے۔ لیکن اپنے اس برتن

(قلب) کے بارے میں یقین رکھیے کہ اس پر کامل اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔سوچیں اس قلب کے اندر محبت بھی بستی ہے،نفرت بھی،غم بھی،خوشی بھی،امید بھی،نا امیدی بھی،اعتماد بھی، بے اعتمادی بھی اور یہ قلب کہیں ٹھہرتا نہیں ہے۔

وہ دل جو ہمارے جسم کے اندر خون پمپ کرتا ہے(قرآن اسے تو قلب نہیں کہتا) لیکن سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ خون پمپ کرنے والا دل بھی ایک جگہ قرار نہیں پکڑتا بلکہ دھڑکتا رہتا ہے اور ہر دھڑکن کیا بتاتی ہے؟ زندگی کے ہونے کا پتہ بتاتی ہے۔ان دھڑکنوں کو جب ECG کے ذریعے دیکھا جاتا ہے تو اوپر، نیچے ہونے والی لائن جب ایک جیسی ہوجائے تو موت آجاتی ہے یعنی اگر وہ بالکل سیدھی (Flat) ہوجائے تو اس کا مطلب ہے کہ اب زندگی باقی نہیں ہے۔لہذا اس زندگی میں اس دل نے ایک جگہ قرار نہیں پکڑنا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ خود ثبات عطا کردے۔

آپ میں سے اکثر لوگ اس بات پہ پریشان ہوتے ہیں کہ ہم ارادے باندھتے ہیں اور وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔حالانکہ اسی سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جیسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ:

"میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا۔"

آپ کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کہاں سے ملے گی؟ اس کا سائن، اس کی پہچان آپ کا قلب ہے جو آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔اس کی بہت ساری نشانیاں ہیں ہماری ذات میں بھی اور کائنات میں بھی۔یہ دل کی بستی اللہ تعالیٰ کی بستی ہے اس میں اگر کسی اور کو بسائیں گے تو منہ کی کھائیں گے کبھی قرار نہیں پکڑیں گے،کبھی اطمینان نہیں آئے گا۔کیونکہ اس نے ہمیں بتایا ہے کہ اس دل کے اندر بسنے والی سب سے زیادہ قیمتی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ Memory Card کی طرح ہے اور اس میں کون سی چیز ہے جو حقیقی طور پر ہماری زندگی میں کام کرے گی۔

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (الرعد:28)

سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

کون ہے جو اطمینان نہیں چاہتا؟ یہ اطمینان ہی تو سب سے بڑی دولت ہے اور جس کو اپنے رب کی پہچان نہیں ہوتی وہ اپنے رب کی یاد کو دل میں بسا نہیں سکتا۔ کوئی انگلیوں پہ ذکر کرتا ہے، کوئی تسبیح پہ ذکر کرتا ہے اور جب آپ تسبیح کرتے ہیں تو ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہو کر بھول جاتے ہیں۔ اس کا تذکرہ اللہ پاک نے سورہ الکہف میں کیا ہے، اور سمجھائی ہے:

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ﴾

اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔ (الکہف:24)

اس کا مطلب ہے کہ دل کے برتن سے اللہ تعالیٰ کی یاد بھی نکل جاتی ہے۔ جانتے ہیں کیوں؟ ابن آدم کا دل جب ذکر سے خالی ہوتا ہے تو شیطان دھرنا دے کر بیٹھ جاتا ہے پھر وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو آنے نہیں دیتا اور جب کوئی بندہ اپنے ربّ کو یاد کرتا ہے تو وہ دبک کر بھاگ جاتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''شیطان نے اپنا منہ ابن آدم کے دل پر رکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ کھسک جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے اور یہی وسوسہ ڈالنے والا خناس ہے۔'' (ابویعلیٰ)

آپ اپنے قلب کی زمین کے بارے میں دیکھیں کہ ہر وقت کی جنگ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلب کے لیے دو Supporters بنائے ہیں جو ہمارے دل کے اندر موجود ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل عطا کی ہے اور دوسری برائی بھلائی کی پہچان دی ہے۔ اور دو External Supporters بھی ہیں، باہر کے جو مددگار ہیں وہ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور سنت رسول ﷺ ہے لیکن انبیاء کے جانے کے بعد باہر جو Support کرنے والے ہیں وہ داعی الی اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے۔ لہٰذا

یہ دل کی بستی ایسی ہے جہاں خیر بھی بس سکتا ہے اور شر بھی، جیسے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ (الشمس:8)

پھر اُس کی بدی اور اس کا تقویٰ اُس کے دل میں ڈال دیا۔

اللہ پاک نے یہ Built in Process ہمارے اندر رکھ دیا ہے کہ ہمارا قلب ہمارا ذہن برائی بھلائی کی پہچان ضرور کرتا ہے اور برائی پر دل کا گھبرا اٹھنا یا کھٹک جانا اس کی دلیل ہے۔ جیسے نبی ﷺ سے کسی نے سوال کیا:

''نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (البر حسن الخلق والاثم ما حاک في صدرک وكرهت ان يطلع عليه الناس) حسن خلق اختیار کرنا نیکی ہے اور گناہ یہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہو جائیں''۔ (مسلم: باب تفسیر البر والاثم)

وہ کام جسے آپ لوگوں کے سامنے کرنے سے جھجکو اور تنہائی میں کر جاؤ تو یہ ثبوت ہے کہ آپ کے اندر برائی بھلائی کی پہچان ہے۔ اس دل کے برتن میں برائی بھی رکھی جا سکتی ہے اور بھلائی بھی رکھی جا سکتی ہے۔ اب جو چیز اندر چھپی ہوئی ہے جب تک وہ باہر نہیں آتی تو ہم اس چیز کو سمجھ نہیں پاتے، وہ ہوتی ہے لیکن ہم بے شعور ہوتے ہیں اب Process کیا ہے؟ دعوت کا عمل کیا ہے؟ اللہ پاک نے ذمہ داری لگا رکھی ہے کہ اپنے ربّ عظیم کے راستے کی طرف دعوت دو۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ (النحل:125)

اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں

آپ دعوت دینے والے ہیں، کال دینے والے ہیں

کس چیز کی؟

اپنے ربّ کریم کے راستے کی

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کی طرف دعوت دینے کے لیے کچھ لوگوں کو چنا ہے، منتخب کیا ہے۔ ہر دور میں لوگ چنے جاتے ہیں لیکن چنے ہوئے لوگ بعض اوقات راستہ بدل جاتے ہیں۔ وقتی طور پر انہیں موقع ملتا ہے اور کسی کو تو اتنا تھوڑا موقع ملتا ہے جتنا نمرود کو ملا تھا۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تھا اور بتایا تھا کہ میرا ربّ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا تھا یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں۔ اُس نے دو قیدی بلوائے، ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو آزاد کر دیا۔ کہنے لگا لو دیکھو میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو سچے داعی الی اللہ تھے اور ایک کافر کو ربّ کی طرف بلا رہے تھے، پہلے یہ بتایا کہ ربّ وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے لیکن کیونکہ اسے گمان تھا کہ میں سب کا ربّ ہوں، سب کا مالک ہوں تو دوسری دعوت دے دی۔ اس موقع پر باہر سے کال (Call) دی گئی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا ربّ وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم مغرب سے نکال کر دکھا دو۔ ایسی دلیل سے اندر ہلچل ضرور ہوتی ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہلچل نہ ہو لیکن چونکہ نمرود خود کو طاغوت بنا بیٹھا تھا اس لیے اس کا پورا دل سیاہ تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہلکی سی روشنی کی کرن اندر آ رہی تھی اور آنے دی۔

﴿فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ﴾

''تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا تھا۔'' (البقرہ:258)

اسے اس بات پہ حیرت ہوئی کہ اچھا یہ بات تو میں نے کبھی سوچی ہی نہیں کہ میں سورج کے نکالنے اور غروب کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کی سمت کا تعین ہی نہیں کر سکتا کہ مشرق سے نکلے گا یا مغرب سے، میرا ارادہ، میری طاقت (Power) تو ختم ہو گئی۔ سیدھی چوٹ لگائی تھی ابراہیم علیہ السلام نے کہ تم مغرب سے نکال کر دکھا دو تو کسی کو اتنا تھوڑا سا موقع ملتا ہے یعنی نمرود کے مقابلے میں فرعون کو زیادہ موقع ملا تھا۔

حقیقتاً آپ فرعون کی زندگی کو دیکھیں! سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جا کر جب معجزہ دکھایا یعنی اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ سانپ (اژدھا) بن گئی، اپنا ہاتھ بغل سے نکالا وہ چمکتا ہوا تھا یعنی جیسے Light ہوتی ہے، جیسے وہ چمکتی ہے ویسے بغیر کسی تکلیف کے ہاتھ چمک رہا تھا۔ اس وقت فرعون کو پتہ چل گیا تھا کہ یہ بہت بڑی دعوت ہے اور اس کا بہت بڑا اثر ہوگا لیکن اس نے اپنے اقتدار کے لیے اس کو رد (Reject) کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم سب کے سامنے بھی یہ دکھا سکتے ہو؟ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان یہ طے پایا کہ کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا اور میدانِ مقابلہ میں جادوگروں نے یہ پہچان لیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی بڑی طاقت (Power) ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کسی بڑی Power کی وجہ سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور جو کچھ دکھا رہے ہیں وہ معجزہ ہے، وہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ جادوگر تو آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ فرعون نے جادوگروں کو ڈانٹ ڈپٹ کی، دھمکیاں دیں لیکن جادوگر اللہ ربّ العالمین کے حضور سجدے میں گر گئے۔

سوچیں اتنا بڑا مجمع لیکن صرف جادوگروں کو بات سمجھ آئی جو مقابلے پر تھے کیونکہ انہوں نے ربّ عظیم کو پہچان لیا تھا اور یہ کہا تھا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ربّ پر ایمان لے آئے۔ مان لیا تو پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ انسان پہچانے لیکن فرعون نے مقابلے کی فضا جاری رکھی کیونکہ اسے سمجھ آ گئی تھی کہ یہ دعوت ایسی ہے جس کے نتیجے میں میرے قدموں کی زمین مجھ سے چھین لی جائے گی۔ اور سیدنا موسیٰ چاہتے تھے کہ رات و رات بنی اسرائیل کو نکال کر لے جائیں۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو فرعون نے بھی دعوت (Call) دے دی کہ سب لوگ گھروں سے نکلیں اور ان کا پیچھا کریں۔ اب سمندر کے بیچ و بیچ دیکھیے فرعون نے کیا کہا تھا؟ میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ربّ پر ایمان لے آیا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام اس کے منہ میں مٹی اور کیچڑ بھر رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم

آجائے اور اس وقت کا ایمان بھی قبول ہو جائے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ انتخاب کرتے ہیں تو ایک جیسے مواقع (Equal Chances) دیتے ہیں۔

سب انسانوں کو دعوت تو دی جاتی ہے لیکن ان میں سے صرف وہ خوش قسمت ،خوش نصیب افراد ہوتے ہیں جو دل کے خالص ہوتے ہیں اور اپنے ربّ کو پہچان لیتے ہیں۔ وہ اس راستے پہ رہ جاتے ہیں اور باقی لوگ اس راستے سے ہی واپس چلے جاتے ہیں کیونکہ:

یہ راستہ ایسا ہے جس میں آزمائشیں بہت ہیں

یہ راستہ ایسا ہے جو پھولوں کی سیج نہیں ہے

اور یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر مشکلات برداشت نہیں کر سکتے وہ دل برداشتہ ہو جاتے ہیں تو وہ یہیں سے لوٹ جائیں۔

جو ربّ پر یقین نہیں رکھتے

جنہیں ربّ سے محبت نہیں ہے

جس نے ہمیشہ باقی رہنا ہے

جنہیں زندگی ہی پیاری ہے

جنہیں اس زندگی سے محبت ہے

جس نے فنا ہو جانا ہے

تو جو باقی کے مقابلے میں فانی کو ترجیح دیتے ہیں وہ اس راستے پہ چل ہی نہیں سکتے۔ انہیں زندگی کو تکلیف دینے والی ہر چیز بری لگتی ہے اور وہ اس سے بھاگ جانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آزمایا تو پیغمبروں کو بھی ہے بلکہ سب سے زیادہ آزمائشیں پیغمبروں پر ہی آئیں کیونکہ وہ داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب بلایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے ظاہر ہے کبھی لوگوں نے ان پر پھبتیاں کسیں، کبھی ان کے برے نام رکھے

اور کبھی ان پر ایمان لانے والوں کی مشکلیں کیسیں۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھیں کہ کبھی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محصور کیا، کبھی آپ ﷺ کے لیے جینا اس قدر مشکل بنا دیا کہ ہجرتیں ہوئیں۔ پہلے حبشہ کی جانب اور آٹھ سال کے بعد مدینہ کی جانب اور جب مدینہ میں بھی چلے گئے تو ان سے جنگیں کی گئیں۔ دشمنی اتنی شدید تھی کہ کبھی انہیں قرار نہیں آیا۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ اس راستے کی مشکلات کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف تو نہیں بلاتے لیکن مٹی کے بیٹے مٹی کی طرف ضرور بلاتے رہتے ہیں۔ آپ کے اندر جتنی خواہشات ہیں وہ مٹی کی، گوشت کی، لہو کی خواہشات ہیں اور ان خواہشات کی وجہ سے قلب کی زمین بھری رہتی ہے۔ جتنا زیادہ انسان خواہشات میں مبتلا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے لیے شبہات کی گنجائش بن جاتی ہے اور اس کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

کبھی　اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
کبھی　رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
کبھی　کتاب اللہ کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
کبھی　فرشتوں کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
کبھی　آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
کبھی　جہنم کے بارے میں شکوک و شبہات آتے ہیں
اور　تقدیر کے بارے میں تو شکوک و شبہات ختم ہی نہیں ہوتے

تو قلب کی سرزمین پر اگر شبہات کی، شہوات کی اور ہلاک کر دینے والی خواہشات کی فصل اُگ آئے تو اُس فصل کی وجہ سے باہر سے جو Call ملتی ہے، داعی الی اللہ جو Call دیتا ہے وہ اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ اندر کی زمین بنجر ہو جاتی ہے۔ جیسے آپ دیکھیں کہ کتنے ہی

درخت ایسے ہیں اگر کسی سرزمین میں وہ لگا دیے جائیں تو اس کا نمک بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اس سرزمین کے اندر اُگاؤ کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں وہ کون سا درخت ہے؟ اُس سے ماچسیں بھی بنتی ہیں اور وہ ایسے علاقے میں لگایا جاتا ہے جہاں پر پانی اور نمکیات کی Ratio بڑھتی ہے۔

وہ سفیدے کا درخت ہے لیکن اس کے زیادہ کام سیاہ ہیں۔ سفیدے کا درخت کس طرح سے زمین کی قوت، صلاحیت کو ختم کرتا ہے حالانکہ سفیدے کے بھی اچھے کام ہیں۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ قلب کی زمین پر سفیدے کی فصل اُگ آئی ہے۔ اب آپ وہاں پر آم اگانا چاہیں، وہاں کوئی اچھی فصل اگانا چاہیں تو ممکن ہی نہیں ہے۔ جب قلب میں گنجائش نہیں رہتی، وہ بھر جاتا ہے تو جو تھوڑی بہت نیکی اور خیر ہوتی ہے وہ بھی باہر نہیں نکل پاتی اور گھپ اندھیرا ہو جاتا ہے۔

تو ہم لوٹ کر چلتے ہیں دوبارہ سپورٹ سسٹم کی طرف کہ ایک انسان کا قلب ہے اور کتنے قلوب ہیں؟ کتنی بڑی تعداد ہے اور کتنے دل ہیں؟ لیکن اللہ پاک نے سپورٹ سسٹم ایسا بنایا ہے کہ ہر دور میں انبیاء بھیجے:

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد:7)

''اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے۔''

انبیاء راہ نمائی کرتے رہے، وہ لوگوں کے لیے راہ نماہ تھے اور انبیاء کے جانے کے بعد کون راہ نمائی کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ﴾ (ابن ماجہ:223)

''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔''

اور اللہ رب العزت نے پوری امت کا یہ فریضہ ٹھہرایا ہے کہ تم ضرور نیکی کا حکم دو گے۔ جیسے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (ترمذی:2169)

یہ پوری امت کا فریضہ ہے مرد بھی، عورتیں بھی، بچے بھی، بوڑھے بھی، ہر کوئی اپنے اپنے میدان میں جتنی جتنی اللہ تعالیٰ نے کسی کو صلاحیت دی ہے وہ یہ فریضہ انجام دے گا۔ یہ نہ سوچیں کہ کچھ لوگوں کا کام ہے اور کچھ لوگ Part Time کام کریں، کچھ (Full Time) کام کرتے رہیں۔ اللہ پاک نے ذمہ داری تو سب کی ٹھہرائی ہے کہ جہاں بھی ہوں یہ کام تو کرنا ہی ہے۔

جس نے دعوت الی اللہ کو اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے مثلاً اگر وہ ڈاکٹر ہے تو وہ جہاں بھی ہے، اپنے مریضوں کے درمیان ہے، یا اس نے کسی بھی موقع پر کسی سے بات کرنی ہے تو اپنے رب کریم کی طرف بلاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ ڈاکٹر یہ کام Part Time کر رہا ہے بلکہ وہ بھی Full Time یہ کام کر رہا ہے۔ لیکن کچھ لوگ دعوت الی اللہ کے کام کو اس لحاظ سے Full Time کام سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی میں پھر کوئی اور کام نہیں ہوتا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اللہ پاک نے جو سسٹم بنایا ہے، سپورٹ سسٹم اس لحاظ سے ہمیں یہ Concept ملتا ہے کہ:

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ﴾ (بخاری:893)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''تم سب لوگ مسئول (یعنی حاکم وذمہ دار) ہو اور تم سب لوگوں سے تمہاری رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ امام (بھی) مسئول ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت باز پرس ہوگی اور مرد اپنے گھر میں مسئول ہے اور اس سے اس کی رعیت کی باز پرس ہوگی اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں مسئول ہے اور اس سے اس کی اور رعیت کی بابت باز پرس ہوگی اور خادم اپنے آقا کے مال میں مسئول ہے اور اس سے اس کی اور رعیت کی بابت باز پرس ہوگی۔'' (راوی ابن شہاب) کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا: ''آدمی اپنے باپ کے مال میں مسئول ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت باز پرس ہوگی اور تم سب کے سب مسئول (یعنی حاکم) ہو اور تم سب سے تمہاری رعیت کی بابت باز پرس ہوگی۔''

ہر کوئی لیڈر ہے (Everyone is a Leader) اور لیڈر شپ کا کردار (Role) کیا ہے؟ کہ ہر ایک اپنی جگہ پر نگران بنایا گیا ہے، لیڈر بنایا گیا ہے لہٰذا اس نے ان کی جواب دہی کرنی ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں اپنے گھر والوں کے لیے جو دعا کرنے کے لیے کہا گیا ہے:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (الفرقان:74)

''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔''

یعنی لیڈر شپ کردار ادا کرنے کے لیے دعا کیا ہے کہ یا اللہ! جس گلے کا آپ مجھے گلہ بان بنا رہے ہو وہ سارے متقی ہو جائیں تا کہ میں فاجروں پر نگران نہ بنوں، کافروں پر نگران نہ بنوں بلکہ متقیوں پر نگران بنوں۔ انبیاء نے بھی گلہ بانی کی، اور دعوت الی اللہ کا کام گلہ بانی

کا کام ہی ہے۔ ہر ایک تم میں سے چرواہا ہے مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے، بیوی اپنے شوہر کے مال اور بچوں پر نگران ہے اس سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا اور سوچیں اگر ایک گھر میں غلام ہے تو وہ اپنے مالک کے مال پر نگران ہے وہ بھی لیڈر ہے اس کی ملکیت میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اسے جواب دہی کرنی ہے۔

یہ کام Optional نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو لیڈر شپ کردار ادا کرنا ہے، یہ ذمہ داری ہے۔ ہر کسی کو دعوت الی اللہ کا کام کرنا ہے وہ جہاں بھی ہو اور جتنا اللہ تعالیٰ پوری حیات میں موقع دے دے۔ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہوئے داعی کیا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی پہچان دلواتا ہے اور زندگی کا مقصد سمجھاتا ہے۔ جب داعی الی اللہ یہ کام کرتا ہے تو اگر کسی کے دل کے اندر نیکی کو Call مل گئی، وہ ایسی ہوئی کہ Mental Harmony ہو گئی، اندر سے خیر ابھر آئی وہ تھوڑی بھی ہو سکتی ہے اور اگر کسی نے اس طریقے سے Call دی کہ زیادہ خیر ابھر آئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ شخص نیکی کے راستے پر آ سکتا ہے۔

قلب کی زمین سے جو چیز نکالی ہے وہ کیا ہے؟ وہ چھوٹی سے کونپل، ایمان کی کونپل ہے، بیج کے اندر اگاؤ کی صلاحیت تو تھی کم یا زیادہ اور اب اگر وہ اگا ہے تو اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑنا۔ ایک مرتبہ کسی کو کوئی بات بتائی اور اس کے بعد بھول کر بھی نہیں سوچا کہ اس کو دوسری دفعہ پھر Call دینی ہے، پھر اسے رب کی طرف بلانا ہے۔ اگر کسی کے دل سے کونپل پھوٹتی ہے تو اب اس کی نگہبانی کرنا اس کا کام ہے جس نے Call دی ہے کیونکہ اللہ پاک نے تو سوال کرنا ہے اور یہ فریضہ ہے لہٰذا اس کو ادا کرنا ضروری ہے۔

نگرانی کرنی ہے اور ایک داعی نگرانی کیسے کرے گا؟ اس فرد کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین دلانے کے لیے اور زیادہ دلائل کی غذا دے گا (سبحان اللہ)۔ اب رب عظیم کے سامنے احتساب اور احساس ذمہ داری پیدا کر کے اسے یقین تک لے کر آئے گا۔

پہلی بات: تو ربّ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہے اور اس یقین کے ساتھ سارے یقین اور ایمان کے سلسلے جڑے ہوئے ہیں۔

دوسری بات:Accountability کی ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہو اور آپ کو اپنی زندگی کے ہر پہلو کا جواب دینا ہے۔

آپ کیا کیا سنتے ہو؟

آپ کیا کیا سوچتے ہو؟

آپ کیا کیا دیکھتے ہو؟

آپ کیا کیا کھاتے ہو؟

آپ کیا کیا بولتے ہو؟

آپ کیا کیا کرتے ہو؟

ہر چیز کا جواب دینا ہے،اب یہ جو یقین ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوں بندے کو ایک اور دنیا میں لے آتا ہے۔وہ رہتا اسی دنیا میں ہے لیکن ہر بار اس کے اندر سے وہی ضمیر ابھرتی ہے اور اسے یقین دلاتی ہے کہ آپ نگرانی میں ہو،آپ کو دیکھا جا رہا ہے (You are Under Observation) اور جو دیکھا جا رہا ہے اس کا حساب کتاب ہونا ہے۔

یہ ہے دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ کے اثرات جو قلب کی زمین پر مرتب ہوتے ہیں۔اگر کوئی دعوت کے عمل میں جس کو وہ دعوت دیتا ہے یعنی مدعو کو ایسی پوزیشن پر لے آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ سمجھنے لگے۔اور زندگی کے ہر لمحے میں اپنی ذمہ داری کا احساس اُس سے گم نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ داعی نے دعوت کے عمل میں ایک شخص کو اپنے برابر کھڑا کر لیا ہے۔اب وہ بھی داعی الی اللہ بن سکتا ہے،اب وہ بھی لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا

سکتا ہے۔

بنیادی طور پر داعی الی اللہ ایک کاشت کار ہے جو نیکیاں بوتا ہے اندرCall دیتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جس وقت وہ نیکیاں بونا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ باہر سے Call دینے والے شیاطین اور انسان ایسے ہوتے ہیں جو برائی کی Call دیتے ہیں۔ جب وہ برائی کی Call دیتے ہیں تو اندر سے برائی ابھر سکتی ہے، اب Call s تو اندر جاری ہیں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا وار میں ہر چیز اندر جاری ہے اور انسانوں کا آج یہ حال ہو گیا ہے کہ تین سیکنڈ سے زیادہ توجہ (Focus) نہیں کر پاتے کیونکہ ہر تین سیکنڈ کے اندر اندر کوئی نہ کوئی پوسٹ آ جاتی ہے۔ جب تین سیکنڈ بھی کسی کی توجہ ایک چیز پہ نہ رہ سکتی ہو تو کتنی مشقت ہو گئی ہے داعی الی اللہ کے لئے کہ وہ توجہ کا مرکز (Focus of Attention) بدل دے۔

سوشل میڈیا ابلیس کی دعوت، شر کی دعوت کے لئے کتنا بڑا ٹول بن گیا ہے۔ آپ کے پاس کتنا ٹائم ہے کہ آپ کسی کو خیر کی دعوت دے سکیں یعنی کتنا کم ٹائم رہ گیا ہے۔ اب تین سیکنڈ کا وقفہ آئے گا اور وہ بھی آپ نے تلاش کرنا ہے، اس Gap میں بھی کسی کے پاس کچھ نہ کچھ بھیجیں، کسی نہ کسی طرح سے اس کی Attention کو Capture کر لیں۔ بے حد مشکل ہو گیا گھروں میں اور گھر سے کے باہر بھی کیوں کہ ہر وقت انگوٹھے مصروف ہیں، انگلیاں مصروف ہیں اور یہ پوریں گواہ تو بنیں گی۔ اب دیکھیں کہ برائی کی کال دینے والے ابلیس اور اس کے Agents نے برائی کے مشن کو پھیلانے کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے اس قدر محنت کی ہے کہ آج چھ ارب انسانوں میں سے اکثر کا دماغ (Brain) ان کے کنٹرول میں ہے۔ سب ویسا ہی سوچتے ہیں جیسا وہ چاہتے ہیں اور انسانیت پر جبر ہے۔ جانے اس کا کیا حل نکلے گا؟ اللہ تعالیٰ ہی کو پتہ ہے۔

لیکن اگر تین سیکنڈ کا وقفہ بھی ملتا ہے تو کسی کو دعوت دی جا سکتی ہے۔ میں حیرت زدہ ہوتی ہوں کہ ابھی بھی اتنی سعید روحیں باقی ہیں کہ جو اس دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رخ

کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی گئی کال کا اثر ہوتا ہے، چاہے کوئی Directly دے، چاہے کوئی کسی Post کے ذریعے سوشل میڈیا کے توسط سے دے۔ ابھی بھی اگر کوئی کال قبول کر رہا ہے تو مبارک ہو کہ جہاں انسانوں کے پاس تین سیکنڈ میں سے آدھا سیکنڈ بھی ہے جہاں وہ کال دے سکتے تو میں تو آپ کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس سیکنڈ سے فائدہ اٹھائیں اور Micro Second سے بھی فائدہ اٹھائیں۔ کتنا تیز ہونے کی ضرورت ہے، کتنا تیز بھاگنے کی ضرورت ہے اور یہ سب کیسے کر سکتا ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھتا ہے، جو داعی الی اللہ ہے جب تک کہ وہ دشمن کو دشمن کے ہتھیار سے نہیں مارتا۔

میں جب بھی تصور (Imagine) کرتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ شیطانی پنجے ہیں جو ہر ایک کے دماغ (Brain) پر گڑھے ہوئے ہیں اور ہر ایک غلام ہو گیا ہے۔ آزاد دنیا میں لوگوں کے دل غلام ہیں اور آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابلیس کے پنجے سے اور اس کے Agents کے پنجے سے انسانوں کو چھڑانا ہے۔ اور ان کا رخ ان کے رب کریم کی طرف کرنا ہے (ان شاء اللہ)۔

اس دنیا میں اللہ پاک نے جو سپورٹ سسٹم بنایا ہے اس میں اندر کے میدان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے یعنی بھلائی اور برائی کی پہچان، فجور اور تقویٰ کی پہچان، فطری طور پر ایک انسان کے اندر ہے اور عقل بھی اللہ پاک نے عطا کر دی۔ باہر کا جو سپورٹ سسٹم ہے انبیا اور کتابیں اور آخری کتاب، قرآن اور سنت آپ اس میں دو کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کال دینے والے بن جائیں اور انبیاء کے پیچھے پیچھے چلیں، رسول اللہ ﷺ کا حکم مانتے ہوئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً﴾

میری طرف سے لوگوں کو پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی:2699)

دوسرا کام کیا ہے؟ کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا بندے کے ہاتھ میں ہے۔ اس رسی کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ہاتھ میں پکڑانے کے لئے آپ کوشش کرتے رہیں۔ میں اس کو یوں تصور (Imagine) کرتی ہوں جیسے کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کرنٹ آجاتا ہے۔ آپ کو بھی تجربہ ہوا کہ جب کسی چیز کے اندر کرنٹ آتا ہے، مثلاً آپ کا فریج Earth ہوجاتا ہے یا آپ کوئی بھی چیز استعمال کر رہے ہیں تو اس کے اندر ایسے کرنٹ آتا ہے کہ وہ سارا آپ کے اندر منتقل (Transfer) ہوجاتا ہے۔

میں اس مثال کو ضرور آپ کے سامنے واضح کرنا چاہوں گی کہ وہ کرنٹ جو باطل کی تعلیمات کی وجہ سے اب ہر ایک کے بدن میں دوڑتا ہے۔ ابلیس نے جو ہلاک کردینے والی تباہ کردینے والی بجلیاں انسانوں کے اندر بھر دی ہیں ان کو اس سے بچانے کے لئے داعی الی اللہ اگر براہ راست (Directly) ان کو چھولیتا ہے تو کرنٹ اس کے اندر بھی آتا ہے۔

میں بھی تو گرد آلود فضاؤں میں رہتا ہوں　　　میرا بھی تو دامن میلا ہوسکتا ہے

اثرات تو ہوتے ہیں اور ایک سے دوسرے کے اندر منتقل بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ﴾

یعنی انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سوتم میں سے ہر شخص غور کرے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔ (ترمذی)

تو آپ دیکھیں کہ اگر صحبت اختیار کریں ایسے لوگوں کی تو آپ بھی نہیں بچیں گے اور اگر بات نہ پہنچائی تب بھی نہیں بچیں گے۔

اب یہ تو Life Saving کا کام ہے، آپ نے زندگی بچانی ہے اور زندگی نہیں بچے گی اگر آپ کو اس بات پر یقین ہوا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رخ نہ کیا تو یہ آگ میں جل جائیں گے۔ یہ آگ ابلیس نے اپنے Agents کے اندر بھڑکا دی ہے، وہ بچے بھی ہیں، وہ جوان بھی ہیں، وہ بوڑھے بھی ہیں، وہ مرد بھی ہیں، وہ عورتیں بھی ہیں، اگر آپ آگے بڑھ کر انہیں نہیں بچائیں گے تو وہ بچ نہیں پائیں گے۔ جیسے آپ جہاز پہ بیٹھتے ہیں تو آپ کو انفارمیشن دی جاتی ہے کہ سب سے پہلے جہاز میں بیٹھتے ہی سیٹ بیلٹ لگا لیں اور سیٹ بیلٹ لگانے کا طریقہ کار بھی بتایا جاتا ہے۔ مجھے سیٹ بیلٹ ہمیشہ دعوت الی اللہ کی طرح محسوس ہوتی ہے کہ کم از کم اگر کوئی ہچکولا آیا، جہاز کو کوئی جھٹکا لگا تو سیٹ بیلٹ کی وجہ سے ادھر ادھر لڑھکنے کی بجائے لوگ اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اور جو سیٹ کے نیچے رکھی ہوئی جیکٹ ہوتی ہے جس کو پہن کر اس کے اندر ہوا بھر لی جائے اور اگر جہاز کو خطرہ لاحق ہو اور پانی میں اترنا پڑے تو Life Saving جیکٹ کی وجہ سے بچاؤ کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں Life Saving جیکٹ دراصل اللہ تعالیٰ کے کلام کی تعلیم ہے۔ آپ وہ جیکٹ کسی کو پہنا کر اس کے اندر ہوا بھریں گے، تعلیم دیتے رہیں گے، اب اگر وہ شخص اس سمندر میں چلا جائے جہاں پر برائی ہے تو وہ جیکٹ اس کو بچا لے گی اور وہ جو کرنٹ اس کے اندر آیا ہوا ہے وہ اس کو بے اثر (Neutralize) کر دے گا۔ اب آپ نے اس کے لئے زندگی بچانے والی ایسی چیز اس کے ہاتھ میں تھما دی ہے جس کی وجہ سے اندر کا کرنٹ بھی بے اثر (Neutralize) ہو گیا۔ اور دوسری طرف اگر اسے سمندر میں تیرنا پڑے تو اس کے لئے آسانی ہو جاتی ہے اور مجھے نبی ﷺ کی وہ حدیث بہت یاد آتی ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چار باتوں کی وصیت فرمائی، جو مجھے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب و عزیز ہیں آپ

ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابوذر! ﴿أَحْكِمِ السَّفِينَةَ فَإِنَّ الْبَحْرَ عَمِيقٌ وَاسْتَكْثِرِ الزَّادَ فَإِنَّ السَّفَرَ طَوِيلٌ وَخَفِّفْ ظَهْرَكَ فَإِنَّ الْعَقَبَةَ كَؤُودٌ وَأَخْلِصِ الْعَمَلَ فَإِنَّ النَّاقِدَ بَصِيرٌ﴾ کشتی کو مضبوط کرلو کیوں کہ سمندر (جس میں سفر کرنا ہے) گہرا ہے اور زاد سفر تیار کرلو کیوں کہ سفر لمبا ہے اور اپنی پیٹھ ہلکی کرلو (یعنی زیادہ بوجھ نہ رہے) کیوں کہ گھاٹی دشوار گزار اور تھکا دینے والی ہے اور عمل میں اخلاص پیدا کرو کیوں کہ اس کی جانچ پرتال کرنے والا باریک بین ہے۔ (رواہ الامام المقدسی)

﴿أَحْكِمِ السَّفِينَةَ فَإِنَّ الْبَحْرَ عَمِيقٌ﴾

کشتی کو مضبوط کرلو کیوں کہ سمندر گہرا ہے

ہاں یہ دنیا کا سمندر ہے اور اس پر چلنے والی کشتی نیک اعمال کی ہے اور یہ نیک اعمال کب ہوتے ہیں؟ جب Life Saving کے لئے قرآن کی جیکٹ پہن رکھی ہو۔ آپ نے جو کام کرنا ہے ایک طرف اللہ تعالیٰ کی طرف کال دینی ہے اور دوسری طرف لوگوں کی جان بچانے کے لئے انہیں قرآن کی خلعت پہنانے کے لیے تیار کرنا ہے۔ آپ زندگیاں بچانے کے اس پروگرام میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟ (ان شاء اللہ)۔

آپ ایسے افراد کا انتخاب ضرور کریں جو آگے زیادہ لوگوں کی زندگیاں بچا سکتے ہوں۔ ہر Process کسی خاص طریقے سے زیادہ کامیاب ہوسکتا ہے اگر ابتدا میں آپ ایسے لوگوں کا انتخاب کرتے جن کی ECG رپورٹ ٹھیک نہیں، ان کے دل کی Missings بہت آتی ہیں تو اس کی وجہ سے کیا ہوگا؟ یعنی کیا وہ اپنی جان بچائے گا؟ ابھی تو اسے خود بہت میڈیسن کھانے کی ضرورت ہے، اس کا دل ہی خراب ہے، اس کا دل خطرے میں ہے۔ اگر آپ Heart Patients کو پہلے نمبر پر دعوت دیں گے، دعوت تو ضرور دیں لیکن ایسے لوگ پہاڑ کی چڑھائی نہیں چڑھ سکتے۔ آپ ایسے افراد کا انتخاب کریں جو مشکل راستہ

اختیار کر سکتے ہوں، اوپر کی چڑھائی چڑھ سکیں، Intellectuals پر کام کریں، ذہین لوگوں پر، تعلیم یافتہ افراد پر کام کریں جو بہتر انداز سے اس چڑھائی پر چڑھ کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے جا کر اللہ رب العزت سے تعلق جوڑ سکیں۔

یہ مشکل گھاٹی تو ہے لیکن اس مشکل گھاٹی کو عبور کرنا تب ممکن ہے جب آپ اپنا تعلق اپنے ربّ سے مضبوط کر لیں۔ آپ جانتے ہیں اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا جب تک آپ مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہ نکالیں اور انسانوں پر رحم نہ کھائیں۔ تو آپ جانتے ہیں مشکل گھاٹی کون سی ہے؟

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (12) فَكُّ رَقَبَةٍ (13) اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (14) يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (15) اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (16)﴾

اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ (البلد:16-12)

کسی گردن کو چھڑانا، مجھے تو یوں لگتا ہے کہ ساری گردنیں آج غلام ہیں۔ آپ کو محسوس نہیں ہوتا کہ سب کے ذہن Captured ہیں اور ان کو آپ آزاد کروانا چاہیں گے تو اس کوشش میں ظاہر ہے مال بھی لگے گا۔ تو جب آپ اس کے لیے مال لگائیں گے۔

﴿اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ﴾

یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔

تب آپ کے لئے زیادہ ممکن ہو۔ آپ جب انسانوں کے ہمدرد بن جائیں گے تب آپ کے دل کے اندر انسانوں کو بچانے کا درد پیدا ہوگا پھر آپ کے لیے بچانا مشکل نہیں رہے گا (ان شاء اللہ)۔ یہ ایک سفر ہے اور ہمیں ہم سفروں کی تلاش ہے اور یہ سفر وصول الی اللہ کا ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور اس پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے کا مسافر ہے۔ سارے ہی انبیاء نے جب Call دی تو انہیں ایسے لوگوں کی ضرور

ت تھی جو جنت میں جانے کے خواہش مند ہوں اور اللہ پاک نے بھی Call دی ہوئی ہے:

Wanted for Jannah

جنت میں جانے والے افراد کی خصوصیت ہے کہ:

وہ انسانوں پر رحم کھاتے ہیں

انہیں انسانوں کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں

انہیں ہر چیز کی غلامی سے آزاد کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں

میں آج اس پر غور کرتی ہوں تو مجھے یہ بات بہت زیادہ متاثر کرتی ہے

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء:36)

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ''

صرف اللہ تعالیٰ کے غلام بنو اور اس کے ساتھ تم کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

جتنا زیادہ اس کا خوف کھاتا ہے

جتنا زیادہ اس سے محبت رکھتی ہے

جیسا ٹائم آپ نے رب کو دینا ہے

جتنی توجہ آپ نے رب کی طرف کرنی ہے

اتنی کسی اور کی طرف نہیں کرنی

اللہ تعالیٰ کی جنت کی طرف جانے والوں کی یہ بنیادی خصوصیات ہیں کہ وہ انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں۔ انسانوں کو رب کے راستے پر چلانے کے لیے تڑپ رکھتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے ہماری بچت ممکن نہیں ہے، دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی لہذا اپنی دعا کی قبولیت کے لیے، اپنے رب کریم سے تعلق جوڑتا ہے۔ آپ سوچیں دعا کس کی قبول ہوتی ہے؟ جو اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اور رب اس کے قریب ہوتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ﴾

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں۔''

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ:186)

''میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔''

لیکن یہ کیسی پکار ہے؟ نبی ﷺ نے ایسی ایک پکار کی مثال دی ہے:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس کے آخر میں یہ آیا ہے: ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر (کر کے حج یا عمرے کے لئے) آتا ہے، (سفر کی وجہ سے) اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، (اور اس حالت میں) وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر (دعا کرتے ہوئے) کہتا ہے:

''اے میرے رب! اے میرے رب!

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے، اس کا پینا حرام ہوتا ہے، اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے۔ (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پس (ایسے میں) اُس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟'' (مسلم)

کیونکہ!

پاکیزہ عمل پاکیزہ غذا کے بغیر نہیں ہوتا

انسان کو ہر پہلو پر کام کرنے کی کتنی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ دعوت الی اللہ کا کام ہے اور اس کا مقصد ہے کہ:

انسان کو اللہ تعالیٰ سے متعارف کروا دیں

اللہ تعالیٰ کی پہچان کروا دیں

اور اس کا بڑا مقصد یہ ہے:

انسان کو اللہ تعالیٰ کے تخلیقی منصوبے سے آگاہ کر دیں

کہ

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کیوں بنائی ہے؟

کیا اللہ پاک نے اپنی کتاب میں بتایا کہ میں نے یہ جہان کیوں بنایا؟ یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے اور زمین پر جو کچھ پیدا کیا کس کے لیے مسخر کیا؟ تخلیقی منصوبہ کسی مقصد کے لیے ہے۔ پھر اللہ پاک نے جو کچھ پیدا کیا اس میں زندگی بھی ہے، سارا کچھ بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ زندگی پیدا کر دی جس کے لیے سپورٹ سسٹم کی ضرورت ہے لیکن پھر اس نے موت کو بھی پیدا کر دیا کہ سدا ہی سپورٹ سسٹم کامیاب نہیں ہوگا۔ بلکہ سپورٹ سسٹم تو چلتا رہے گا لیکن کچھ اور لوگوں کے لیے

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:2)

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟''

یہ وہ بات ہے جو داعی الی اللہ کو سمجھانی ہے کہ:

اللہ پاک کا تخلیقی منصوبہ کیا ہے؟

جب سب لوگ احسن عمل کرنے کے قابل ہو جائیں گے

سب لوگ کب قابل ہوں گے؟

جب وہ اس کو پہچان جائیں گے

جس کے لیے عمل کرتا ہے، جس کے حکم کو مانتا ہے

اس کے بغیر وہ احسن عمل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے اور اس کے لیے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کے تعلق کو واضح کیا جائے کہ:

وہ مالک ہے　　　　اور　　　　ہم مملوک

وہ خالق ہے اور ہم مخلوق

وہ رازق ہے اور ہم مرزوق

وہ غنی ہے اور ہم فقیر

وہ حاجت روا ہے اور ہم محتاج

یہ ہمارا اور اس ربِّ عظیم کا تعلق ہے:

وہ دیتا ہے اور ہم لیتے ہیں

وہ رحم کرتا ہے اور ہمیں رحم کی ضرورت ہے

ہم ضرورت مند ہیں اور اسے کسی کی ضرورت نہیں

داعی الی اللہ کو یہ تعلق مدعو پر واضح کرنا ہے، یہ دعوت الی اللہ کا کام ہے۔ یہ کام ہے جو آپ نے سیکھنا ہے، جس پر یقین کرنا ہے اور اس یقین کو آپ نے منتقل (Transfer) کرنا ہے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

آپ اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں۔ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ جب لوگ اپنا موبائل تبدیل یعنی Change کرتے تھے تو انہیں سارا Data Transfer کرنا پڑتا تھا اور اگر کسی کا Heavy Data ہوتا تو اس میں کافی وقت بھی لگ جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی نہ کوئی چیز ضائع (Waste) ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا۔ جب I-Phone آیا تو اس کی ضرورت ختم ہوگئی کیونکہ اس کو اگر دوسرے فون کے قریب کردیں تو وہ خود ہی Data اٹھالے گا۔ اللہ پاک یہ چاہتے ہیں کہ داعی الی اللہ ایسا ہوجائے کہ اس کے ساتھ رہنے والے متاثر ہو جائیں۔ لوگ دن رات اس کے ساتھ رہیں اور اس کی وجہ سے ان کی زندگیوں پر بھی اثر پڑے، اور یہ بات بالکل سچ ہے:

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست

یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آتی

ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے وہ بہت کچھ نہیں کہتا تب بھی اس کے عمل سے ارد گرد والے بہت گہرا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنا کردار بہتر بنانا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اثر قبول کرتے جائیں۔ ہر چیز کے اثرات ہوتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا کسی پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے دیکھتے ہی کہا:

''یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اتنا اچھا انسان ہے''

اور انسانوں کے اثرات تو بہر حال مرتب ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہمیت حاصل ہے کہ وہ ساتھ رہنے والے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ ﷺ کی زندگی کو اپنے حافظے میں محفوظ کیا اور اپنے عمل میں لے آئے۔ اللہ پاک بھی تو آپ سے یہی چاہتے ہیں اور پوری انسانیت سے یہی مطلوب ہے کہ اپنے نبی ﷺ، اپنے محسن کا اسوہ اپنا لو:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21)

''بلا شبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے۔''

اس کو لفظوں میں پڑھیں

اس کو سنیں

اور اپنے اندر اتاریں

حقیقتاً (Really) اس دنیا میں بچت اسی کی ہے جو اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ اسی ماحول میں رکھے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔'' (بخاری)

آپ جب سیکھ رہے ہیں تب بھی اسی ماحول میں ہیں اور جب سکھا رہے ہیں تب بھی اسی ماحول میں ہیں تو آپ کا اصل کام کیا ہے؟

قرآن سیکھنا　　اور　　اسے عمل میں لانا

قرآن سکھانا　　اور　　دوسروں کو سمجھانا

اور عمل میں لانے کے لیے

راستے ہموار کرنا　　اور　　رکاوٹیں دور کرنا

رکاوٹیں دور کرنے والا مزکی اور مربی ہے۔ کوئی انسان دوسرے کی تربیت تب کرسکتا ہے جب اپنے اندر نیکی کی پرورش کرسکے اور اسے پروان چڑھا سکے۔ جب وہ اپنے لیے یہ کام کرتا ہے تو دوسروں کے لیے بھی کرنا ممکن ہو جاتا ہے (الحمدللہ)۔

پھر داعی الی اللہ نے مدعو کو یہ بتانا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ یہ بشیر اور نذیر کا کردار ہے کہ وہ دوسروں پر واضح کرے اللہ تعالیٰ نیکیوں پر کیا اجر دینے والا ہے اور گناہوں پر کیسی پکڑ کرنے والا ہے۔ بشیر اور نذیر کا کام ہی یہی ہے کہ اس نے بتانا ہے جیسے عمل کرو گے تو ویسا ہی انجام ہوگا۔ نیک عمل کرو گے تو وہ کیسے جنت تک لے جائے گا اور برا عمل کرو گے تو کیسے جہنم تک پہنچا دے گا۔ نبی ﷺ ساری انسانیت کے لیے بشیر اور نذیر بن کر آئے اور:

﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا۔''

یعنی بشارتیں اور ڈراوے تو ہر وقت جاری رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے، روشنی بانٹنے والا:

﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب:46)

''اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

روشنی کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی پہچان

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق

اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین

یہ ایسی خصوصیت ہے جس کو آپ زبان سے نہ بھی کہیں تو بھی اس کی روشنی دوسروں تک پہنچتی ہے۔لیکن اگر دل کے اندر روشنی آئی ہے اور دل شفاف نہیں ہے کیونکہ آپ بدگمان ہوتے ہیں، آپ حسد کرتے ہیں، آپ اپنے دل میں کینہ پالتے ہیں، بغض رکھتے ہیں تو دل کی Outer Layer پر وہ سب کچھ موجود ہے اور جو اصل قلب ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی روشنی ہے اس کی وجہ سے وہ روشنی باہر نہیں جا سکتی پھر وہ دعوت نہیں دے سکتا۔ آپ لوگوں میں سے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم دعوت نہیں دے سکتے دراصل ان کا قلب بہت شدت کی تکلیف میں ہے، شفاف نہیں ہے۔ تو اپنے دل کو شفاف رکھنا بہت ضروری ہے، اپنے قلب کو برائیوں سے بچانا اور فساد سے بچانا بہت ضروری۔ کچھ اعمال ہیں جو دل کے اعمال ہیں، جن کے لیے ساری زندگی کوشش (Effort) کرنی ہے اور کچھ برے اعمال ہیں جن کی وجہ سے قلب ہمیشہ سیاہ ہوتا ہے، سوچ میں انتشار آ جاتا ہے اور فساد پیدا ہو جاتا ہے ان سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ:

ہمیں دعوت الی اللہ کے کام کی سمجھ عطا فرمائے
اللہ پاک ہم سب کو اس کا موقع عطا فرما دے
اور ہمارے دلوں کے اندر وہ تڑپ پیدا کر دے
جس کی وجہ سے ہم یہ کام تا حیات جاری رکھ سکیں
اور اس کے راستے میں آنے والی ساری رکاوٹوں کو دور کر دے (آمین)

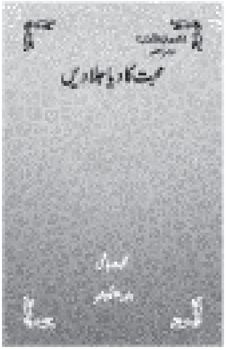
سوال وجواب

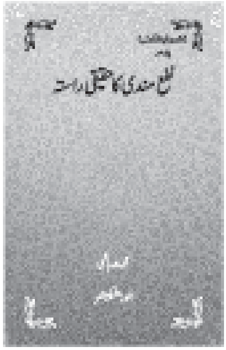
طالب: میرا دل چاہتا ہے کہ دن رات دعوت الی اللہ کا کام کروں لیکن بچے چھوٹے ہیں اور ان کی دیکھ بھال میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ تو ایسے میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

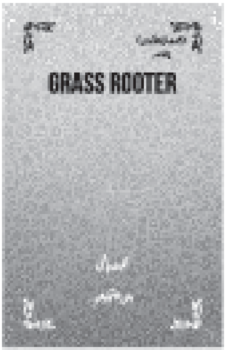
استاذہ: ماں کا کام تو بہت بڑے گلہ بان کا کام ہے آپ اس کے لیے ہمیشہ ایک چرواہے کو ذہن میں رکھیں۔ چرواہا سارا وقت بکریوں کو تھام کر نہیں بیٹھتا بلکہ بکریاں دور دور بھی نکل جاتی ہے لیکن اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتیں۔ جہاں بکری ادھر اُدھر جانے لگے اور اسے خطرہ ہو جیسے کسی اجنبی کے کھیت میں گھسنا چاہے تو وہ کیا کرتا ہے؟ کہ نہیں! ادھر بھی نہیں جانا، ادھر بھی نہیں جانا بلکہ آپ کا راستہ کوئی اور ہے، ہمیں پہنچانا کسی اور جگہ پر ہے۔تو بچوں کے اوپر بہت وقت لگانے کی ضرورت ہے۔اسی لیے الگ الگ اپنے بچوں پر محنت کرنے کی بجائے ان کے لیے ایسا ماحول فراہم کرنے کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے جہاں ان کی عمر کے بچوں (Age Group) کے لیے مل کر کوششیں (Efforts) کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب جانے کے لیے ایک خاص ماحول میں رہ کر وہ چیزیں سمجھیں اور سیکھیں جو اس کے لیے ضروری ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کہ وہ جو کچھ اس دنیا میں رزق کمانے کے لیے پڑھ رہے ہیں اس کے لیے بھی وقت دیں۔اس کے لیے کچھ اور لوگ مدد گار ہوں گے تو بہت سارا وقت مل جاتا ہے (الحمدللہ)۔لیکن بہرحال وہ ماں جو مسلسل موبائل پر مصروف رہتی ہے تو اس کے لیے زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے کے لیے بھی مائیں ان چیزوں میں مصروف ہو سکتی ہیں لیکن پھر وہ اپنی اولاد سے غافل نہیں ہوں گی اور اپنے کاموں کو اسی لحاظ سے ترتیب دیں تو آسانی ہو جائے گی (ان شاء اللہ)۔

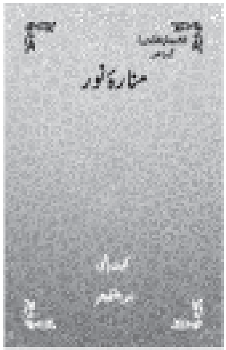
اللہ تعالیٰ ہم سب کے کام میں برکت عطا فرمائے، ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے اور ہمیں اپنا پیغام پہنچانے والوں میں شامل کرلے (آمین)۔

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں






GRASS ROOTER


منارۂ نور